نوٹ: عشق نامہ پاک سوسائٹی کے لیے لکھی گئی خصوصی تحریر ہے۔

تیسرا حصہ

"میں بھی بچپن میں یہ ہی سوچتی تھی کہ کیا واقعی یہ ممکن ہے کہ وہ چاند جو ہم روز رات کو دیکھتے ہیں وہاں کوئی اترا ہو۔"

"تو کیا یہ بس کہانی ہے؟" ندا کی بات پر وہ مسکرا دی تھی۔

"کہانی سے زیادہ سچ اور کہاں لکھا ہوتا ہے۔۔۔"

"اور کیا واقعی چاند پر ایک بڑھیا چرخہ کاتتی ہے۔"

"کیا پتا میں جاؤں تو کات رہی ہو۔۔۔" نور بولی تھی۔

"اور تمہیں کسی کہانی نے کبھی سحر زدہ کیا؟" وہ جو سے مخاطب ہوئی تھی۔

"پرانے وقتوں میں ایک آدمی تھا اس کو سفر کا بہت شوق تھا اس نے اپنی تمام عمر سفر میں گزار دی تھی۔ اس کا کوئی خاندان نہیں تھا۔۔۔ کوئی چاہنے والا نہیں تھا۔۔۔ اگر مر جاتا تو کوئی قبر پہ آنے والا نہیں تھا۔" اس نے بغیر تمہید کے کہانی سنانا شروع کی تھی۔

"اس کے پاس ایک جادو تھا۔"

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"جس سے وہ ہر سفر کی یاد کو ایک مہکتے سیال میں بدل دیتا اور اپنے پاس محفوظ کر لیتا۔وہ شیشی اگر کسی درخت پر انڈیلو تو وہ درخت اس سفر کی کہانی سناتا تھا۔

اس کی کل پونجی یہی تین سو تیرہ شیشیاں تھیں۔میں بھی ویسے ہی سفر کرنا چاہتا ہوں اور تین سو تیرہ شیشیاں اکٹھی کرنا چاہتا ہوں۔"

"اور وہ شیشیاں تم جب اکٹھی کر لو تو ان میں سے ایک مجھے گفٹ کر دینا۔"وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولی تھی۔

"تم سب لے لینا۔"اس نے بھی دیکھے بغیر جواب دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ماریے کے لیے صائم کسی ماورائی داستان کا کردار تھا جو داستان سے بھاگ آیا تھا اور اچانک بغیر منصوبہ بندی کے اس کی دنیا میں داخل ہو گیا تھا۔اس وقت جب وہ کپڑوں پر سمندر اور سیپ کے ڈیزائن نقش کر رہی تھی وہ اسے یاد آ رہا تھا۔پچھلے تین دن مزید وہ اس کے ساتھ ایگزیبیشن پر تھی اور اس کی اس مختصر رفاقت سے اسے یکدم زندگی کا احساس ہونے لگا تھا۔وہ اسے جادوئی کہانیاں سناتا تھا۔۔۔اس کی سرزمین کی کہانیاں وہاں بہتے دریاؤں کی کہانیاں چناب،سندھ، ستلج وہ ان کہانیوں سے سحر زدہ ہو گئی تھی جہاں کے نام وہ ٹھیک سے ادا نہیں کر پاتی تھی۔۔اپنے سفید ریشمی داڑھی والے دادا کی کہانی۔۔۔ایک لڑکی جو ایلیس کی مانند گم گئی ہے اور ایک پرنس جو دنیا تیاگ بیٹھا ہے۔بس یہیں سے ان دونوں کی دوستی کا آغاز ہوا تھا۔اسے فیس بک میں ایڈ کر چکی تھی،پاکستان تک کا فون نمبر لے چکی تھی اور اتنے مختصر سے وقت میں صائم جان چکا تھا کہ کالج میں ماریے کا ایک کلاس فیلو سلیمان تھا جس کا فلیٹ اسی کی بلڈنگ میں تھا چڑچڑا بدتمیز مگر رحمدل۔ہر

وقت شیطانی موڈ میں رہنے والا ہینڈسم سا لڑکا ماریے کو جب بھی دیکھتا تو کوئی جملہ کستا ہوا گزرتا تھا۔ شروع میں وہ رونکھنی سی ہو جاتی تھی مگر پھر اسے عادت ہو گئی تھی۔ آئے دن ماں باپ کو بتائے بغیر غائب کسی ٹرپ پر نکل جاتا تھا اور ایک لڑکی جو ساتھ والی بلڈنگ میں تھی اس کا نام مریم تھا سب اسے میری کہتے تھے ذہین، خوبصورت، وہ فارمیسی پڑھ رہی تھی اور ایک لڑکا ذوالفقار ہینڈسم، ذہین بینکنگ پڑھ رہا تھا۔ سامنے والی بلڈنگ میں ایک شاعر رہتا تھا اکچا جس سے وہ محبت کرتا تھا عین اس کے فلیٹ کے سامنے رہتی تھی۔ وہ روز شام ٹیرس میں آ کھڑی ہوتی اور وہ اس کے لیے لکھی غزلیں اسے اپنے ٹیرس میں کھڑے ہو کر سناتا اور پرنس سا نولا اور لمبا گھنگھریالے بال مگر حساس اور ذمے دار۔ ماریے کی نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے دوستی ہو گئی تھی کیونکہ وہ اپنے سوتیلے باپ کے گھر رہتا تھا۔ بچپن میں ماں باپ دونوں سارا دن ملازمت کی نوعیت کے باعث باہر ہوتے گھر میں وہ اکیلا ہوتا تھا اس لیے ماریے کی ماں اس کو اکثر گھر بلا کر کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ اب وہ موسیقار تھا اور عظیم موسیقی تخلیق کرتا تھا مگر اسے ایک بڑے پلیٹ فارم کی ضرورت تھی۔

بچپن میں ماریے کی ماں ایک حادثے کی وجہ سے بستر سے آ لگی تھیں والد نے اسی دوران دوسری شادی کر لی مگر حیرت انگیز طور پر ان کی شادی کے کچھ عرصے کے بعد ڈاکٹروں کے سارے دعوے غلط ثابت ہوئے اور وہ ٹھیک ہو گئیں مگر پھر انہوں نے شوہر کو قبول نہیں کیا۔

اس نے کہا تھا وہ اسے باقاعدہ گھر پر انوائٹ کرے گی اپنی ماں سے ملوائے گی اور گھر کا بنا ترکش کھانا کھلائے گی مگر تب جب وہ سارا استنبول گھوم لیں گے۔

ایگزیبیشن ختم ہو چکی تھی سو آج وہ اسے استنبول دکھانے کے ارادے سے ہاٹل آئی تھی۔ آج کے منصوبے میں مغربی حصے کی کچھ تاریخی عمارات دیکھنا تھیں۔ ماریے نے گاڑی اسی کے ہاٹل کی پارکنگ میں

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

کھڑی کی تھی دونوں پیدل گل ہانی پارک تک آئے تھے۔

یہ پارک اس کے ہاٹل سے چند میٹر کے فاصلے پر تھا پہلے وہ چہل قدمی کے دوران اس کا داخلی دروازہ دیکھ چکا تھا۔

میرا دماغ بادلوں کی جھاگ ہے میرے اندر اور باہر سمندر ہے

میں گل ہانی پارک میں اخروٹ کا درخت ہوں

قدیم اخروٹ کا درخت گرہ در گرہ ریشہ در ریشہ

تمہیں بھی معلوم نہیں ہے اور نہ ہی پولیس کو

میں گل ہانی پارک میں اخروٹ کا درخت ہوں

میرے پتے تیزی سے سرسراتے ہیں جیسے پانی میں مچھلی

میرے پتے یوں جیسے ریشمی رومال

اٹھاؤ پونچھ گلاب اپنی آنکھوں کے آنسو

میرے پتے میرے ہاتھ ہیں اور یہ ایک لاکھ ہیں

میں تمہیں ان ایک لاکھ ہاتھوں سے چھوتا ہوں

اے استنبول میں تمہیں ایک لاکھ ہاتھوں سے چھوتا ہوں

میرے پتے میری آنکھیں ہیں میں حیرانی سے دیکھتا ہوں

میں تمہیں ایک لاکھ نگاہوں سے دیکھتا ہوں

اے استنبول میں تمہیں ایک لاکھ نگاہوں سے دیکھتا ہوں

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

جیسے ایک لاکھ دل ویسے دھڑکن دھڑکن میرے پتے
میں گل ہانی پارک میں اخروٹ کا درخت ہوں
نہ تمہیں پتا ہے اور نہ پولیس کو

پارک میں داخل ہوتے ہی سامنے کتابی فوارہ علم سے محبت کی نشانی تھی۔ وہ اس کے سامنے کھڑا فوٹو گرافی کر رہا تھا اس پر کچھ ترکش میں تحریر تھا جسے وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس نے ماریے کو ڈھونڈا وہ سامنے کھڑی ریڑھی سے ہیزل نٹس خرید رہی تھی۔ آتے ہی اس نے اس کی جانب ایک پیک بڑھایا تھا۔ وہ دونوں قدم سے قدم ملانے لگے۔ آگے ایک حوض تھا جس پر پل اور ارد گرد کا منظر کسی ماورائی داستان کا حصہ لگتا تھا۔ ٹاپ کاپی محل کی قدیم دیوار اور دروازہ اسی باغ سے ملحق تھا۔ دیوار کو کائی اور سبز بیلوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ پارک میں جگہ جگہ سفید پتھروں کی سجاوٹ تھی جو اسے خوشنمائی بخشتی تھی۔

وہ اس خوشنما راستے پر آگے بڑھتے گئے۔ جہاں دیوزادے درختوں کی صورت کھڑے تھے اور ان سے پتے جھڑتے تھے، روشنیاں انہیں بگھوتی تھیں۔

"یہاں اپریل میں گل لالہ کا تہوار منایا جاتا ہے جب پورے گل ہانی میں رنگوں کی آبشاریں بہتی ہیں۔ اور کیا تمہیں معلوم ہے اوپر بالکل اسی جگہ پر باسفورس کے پانی مرمرا کے پانیوں سے ملتے ہیں یہیں سیدھ میں جہاں گل ہانی یعنی گلاب گھر موجود ہے۔" وہ اسے بتا رہی تھی۔

وہ اتاترک کے مجسمے کے پاس سے گزرے۔

پھر ایک ہرن کے مجسمے کے پاس سے اور پھولوں بھری ٹوکری اٹھائے ایک لڑکی کا مجسمہ۔

آگے گوتھک ستون تھا۔ یہ ستون چوتھی صدی میں فتح کی علامت کے طور پر کھڑا کیا گیا جو فتح گوتھک یعنی

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

جرمنی کے سورمائوں کے خلاف رومیوں کو ہوئی تھی۔ یہ ستون اٹھارہ اشاریہ پانچ میٹر لمبا تھا ایک ہی پتھر کا ٹکڑا۔

اس پر کبھی بائی زس (یونان کا بادشاہ) کا مجسمہ تھا جس نے بازنطینی ریاست کی بنیاد رکھی جس کی بدولت یہاں ایک شہر بیدار ہوا تھا جو بعد میں کونسٹنٹیپول یعنی قسطنطنیہ اور پھر استنبول کہلایا۔ یہ شہر سات پہاڑیوں پر واقع تھا۔ شہر جس کا نقشہ روم سے ملتا تھا جو کہ سات پہاڑیوں پر آباد ہے۔

یہاں عیسائیت کی عظیم سلطنت قائم ہوئی۔

سلطان محمد کے دور میں ٹاپ کاپی محل تعمیر ہوا جو جنوبی طرف سے گل ہانی سے ملحق رکھا گیا۔ اسی جگہ تنظیمات دور کے آغاز کا اعلان ہوا تھا۔ تنظیمات وہ دور تھا جب ترکی میں آئینی اصلاحی تبدیلیاں کی گئیں۔ عثمانی فوج، بنکاری نظام کی اصلاح، مذہبی قانون کی سیکولر قانون سے تبدیلی۔۔۔ یہاں مصطفٰی کمال اتاترک نے عربی حروف تہجی کی جگہ لاطینی حروف تہجی متعارف کروائے تھے۔

اوپر سے باسفورس کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ وہ وہاں آ گئے تھے۔ وہاں ساتھ ریستوران تھا۔ کچھ دیر وہاں وہ سمندر کے سبز پانیوں میں محو ان سبز ساعتوں کو محسوس کرتے تھے جو محو خرام تھیں تب سے جب سے یہ سمندر تخلیق ہوا تھا۔

"اب ہم بیسلیکا سسٹرن (قدیم رومی باسَلیقی عمارت) جائیں گے۔" گل ہانی دروازے کو عبور کرتے ہوئے ماریے نے کہا تھا۔

ایتھنا نے غصے سے اس پر سحر پھونکا اس کے سر پر سانپ اگ آئے۔ وہ عشق میں بدی کی حد پار کر گئی اور میڈوسا چاہے جانے کے جرم میں عبرت کا نشان بنا دی گئی وہ جسے دیکھتی وہ پتھر کا ہو جاتا۔ سو اسے اس کے

عاشق نے خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

آیا صوفیا ایک عظیم معبد اس کے قریب یہ زیر زمین حوض تعمیر کیا گیا تھا جہاں سے سارے شہر کو پانی جاتا تھا اس وقت عرب میں محمد ﷺ کا دور تھا۔ باون سیڑھیاں اتر کر نیچے بھوری زمین پر انہوں نے قدم دھرا تھا۔ صائم سیڑھیاں گنتے ہوئے نیچے اترا تھا۔ ٹھہرے پانی کی قدیم خوشبو سے وہ جگہ مہک رہی تھی۔

"یہ باسلیقی حوض اس شہر میں موجود زیر زمین حوضوں میں سب سے بڑا ہے جو چھٹی صدی میں تعمیر کیا گیا تھا۔"

چاروں اور سبز اندھیرا تھا جس میں وہ چلتے تھے اور ماربے کی آواز اس کے کانوں میں گونجتی تھی۔

"یہ جگہ سات ہزار غلاموں نے بنائی تھی۔" وہ کسی سحر میں بولی تھی۔

"اس حوض کا نام اس پہاڑی سے مستعار ہے جس پر یہ تعمیر کیا گیا ہے۔"

وہ اسے بتاتے ہوئے ایک ستون کے پاس لے آئی جس میں سے پانی رس رہا تھا۔

"اسے روتا ہوا یا سسکتا ستون کہتے ہیں۔" وہ اسے بتا رہی تھی۔ اسے وہ روتا ہوا ستون دیکھ کر ایک حادثے کا منظر یاد آیا تھا۔ خون میں لت پت کچھ بہت اپنوں کے وجود۔۔۔ اور اپنی خود کی سسکیاں جو زمانوں سے جاری تھیں۔

وہاں ایک طرف لوگ شاہی کپڑے پہن کر تصویریں بنوا رہے تھے۔ نیچے تالاب میں مچھلیاں بھی موجود تھیں۔ وہ پل کے ذریعے عمارت کے دوسری طرف اترے جہاں دو ستونوں کے نیچے میڈوسا کے سر تھے ایک الٹا اور ایک کروٹ پر۔ سر پر بالوں کی جگہ سانپ تھے۔

"پرانے وقتوں میں اس کی تصویروں اور بت کو چھپا کر رکھتے تھے۔ تاکہ نحوست کا سایہ نہ پڑے۔" وہ

دونوں اب وہاں بنے راستے پر چلتے ہوئے دوسرے سر کے سامنے آ گئے تھے۔

"یہ چہروں کی ایسی پوزیشن کی کوئی خاص وجہ؟" وہ عکاسی کرتے ہوئے بولا۔

"ایک چہرا الٹا کر اور ایک کروٹ پر توازن کے لیے رکھا گیا تھا شاید یا نظر سے بچنے کے لیے کوئی نہیں جانتا۔"

کیا مظلوم منحوس بھی ہو جاتا ہے؟" صائم نے غور سے اس چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ممکن ہے۔۔۔"

جب وہ دونوں کچھ دیر بعد ریستوران میں داخل ہوئے تو سردی سے سن ہوتے جسم میں وہاں چلتے ہیٹر کی حرارت کے باعث زندگی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

"تمہاری یاد میرے اندر زہر بن کر دوڑتی ہے
آنسو بن کر آنکھ میں ابھرتی ہے"

وہ کوئی پرانا انگلش گانا گنگنا رہی تھی۔

"یہ کیا کر رہی ہو۔" اس نے سامنے کیا وہ دنگ رہ گیا تھا۔ وہ ٹوائلٹ گیا تھا واپس آیا تو وہ موبائل ہر سٹائلس سے لکیریں کھینچ رہی تھی۔ اس نے اس باسلیقی عمارت میں موجود رنگ اور منظر سے ایک کفتان کا کلر اور اس پر پیٹرن ڈیزائن کیا تھا۔

وہ متاثر ہوا تھا۔۔۔

"یہ حیران کن ہے۔"

وہ مسکرائی۔

"کیا تمہیں میڈوسا کی کہانی میں حقیقت دکھتی ہے؟" ماریے نے کھانے کا آرڈر دینے کے بعد اس سے پوچھا

تھا۔

"جیک لنڈن کہتا ہے

'ہم موقنِ (ریستوران) میں شراب پی رہے تھے۔اس نے کہا انسان کی فاضل ترین جبلت سچ کے خلاف جنگ ہے۔۔۔ حقیقت کے خلاف۔وہ کمسن بچے کی طرح حقائق کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔اس کی زندگی ایک دائمی حیلہ ہے... معجزہ، کلپنا اور آنے والا کل اسے زندہ رکھنے کے لیے۔روایتی قصے، فرضی داستانیں وہ ان پر جیتا ہے۔یہ جھوٹ ہے جو اسے آزاد کرتا ہے فطرت کی دیوی کا مکھ صرف حیوان دیکھ سکتے ہیں، آدمی کو جرات ہی نہیں ہے۔حیوان جاگے ہوئے ہیں وہ حقیقت سے فرار اختیار کر کے کسی فرضی داستان میں پناہ نہیں لیتے، ان کی تصوراتی دنیا نہیں ہوتی۔ آدمی ایک دائمی پناہ لیتا ہے امید میں، ایمان میں، کہانیوں میں، فن میں، خدا میں، سوشلزم میں، بدی میں، الکوحل میں، محبت میں۔'

مگر پھر بھی مجھے لگتا ہے کہ داستانوں میں کہیں نہ کہیں کچھ سچائی ضرور موجود ہوتی ہے۔"

"آئی ایگری۔"اس نے ویٹر سے ڈش پکڑتے ہوئے کہا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد وہاں سے چہل قدمی کرتے ہوئے وہ ملین سٹون تک آئے تھے۔اس کی تعمیر کا مقصد وہی تھا جو ملیئیریم اوریئم کا قدیم روم میں تھا جسے شروعاتی نقطے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔قدیم وقت میں قسطنطنیہ کے باہر تمام سڑکوں کا نقطہ آغاز تھا۔اور یہیں سے اس شہر کا دوسرے شہروں سے فاصلہ ناپا جاتا تھا۔یہ چوتھی صدی میں تعمیر کیا گیا تھا۔

یہاں چار ستونوں پر گنبد تھا۔سولہویں صدی میں عمارت ختم ہو گئی۔اب وہاں صرف پتھر موجود تھا۔

وہیں قریب ہی بلیوماسک (نیلی مسجد) اور آیا صوفیا تھے۔وہ وہاں سے پیدل ہی بلیوماسک آئے تھے۔

"بلیوماسک کو مسجد سلطان احمد بھی کہتے ہیں۔"اس کے ساتھ سڑک عبور کرتے ہوئے وہ بولی تھی۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

داخلے پر بائیں طرف آیا صوفیا اور دائیں طرف بلیو ماسک تھی۔ وہیں ان کو عبدل ملا، شامی مہاجر۔ وہ یہاں پناہ گزین کے طور پر رہ رہا تھا۔ وہ کروز پر سیر کے لیے وہاں گاہکوں کو قائل کرتا تھا۔ ان کا کروز پر جانے کا منصوبہ نہیں تھا مگر عبدل کو وہ انکار نہیں کر سکے تھے انہوں نے اس سے ٹکٹ لے لیا تھا۔ کروز دوپہر کو چلتا تھا انہوں نے دو دن بعد کی ٹکٹ بک کروائی تھی۔ ایک طرف کینٹینز تھیں، گھاس کے قطعے اور نفاست سے لگی کیاریاں۔ بنچ فوارے اور ڈھیر سارے جامنی سبز گردنوں والے جنگلی کبوتر وہاں رنگ ہی رنگ بھرتے تھے۔ آگے بڑھتے جاؤ تو دائیں طرف وضو کی جگہ اور ایک درخت کا اداس تناسر نہواڑے کھڑا تھا۔ اندر داخل ہونے کے لیے جوتیاں اتار کر جوتی نما سلے ہوئے شاپر پاؤں پر چڑھائے جاتے تھے۔

صائم اور وہ اکٹھے اندر داخل ہوئے تھے یہاں دوسرے مذاہب کے لوگوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ مسجد کی نیلی ٹائلز پر گل لالہ، درخت اور ایبسٹریکٹ ڈیزائن نقش تھے۔

"یہ ہاتھ سے پینٹ کی گئی ٹائلز ہیں۔" ماریے نے ایک ٹائل کو چھوتے ہوئے اسے بتایا تھا۔ ٹائل کی ساری ٹھنڈک اور نیلا رنگ اس کی انگلیوں کی پوروں پر اتر آیا تھا۔

"یہیں سلطان احمد کا مقبرہ اور مدرسہ ہے۔ شکست کے بعد جب علما بے حد ناراض تھے تو یہ مسجد تعمیر کی گئی آیا صوفیا کے بالکل سامنے۔"

"کبھی فانوس سونے اور قیمتی پتھروں سے مزین تھے ان میں شتر مرغ کے انڈے اور ساغر رکھے جاتے تھے۔ پھر بعد میں یہاں سے ساری قیمتی چیزیں میوزیم میں رکھ دی گئیں۔" اس نے بولتے بولتے توقف کیا تھا۔

اندر سارے احاطے پر ایک فانوس حاوی ہوتا تھا۔

دیوار پر خلیفہ کے نام اور قرانی آیات سید قاسم غباری کی فن میں مہارت کا منہ بولتا ثبوت تھے۔

وہ مردوں والے حصے میں نوافل پڑھنے چلا آیا۔ماریے پیچھے حصے میں ٹھہر گئی تھی۔ایک کونے میں دیوار سے ٹیک لگائے وہ وہاں پر نم سکون آور اندھیرے میں بیٹھی آتے جاتے لوگوں کو دیکھتی رہی جب تک کہ صائم واپس نہیں آگیا۔

سیڑھیاں اتر کر انہوں نے واپس جوتے پہنے اور اس خوبصورت اداس مسجد کے سامنے پھیلی روش پر چلنے لگے۔

"نیلا رنگ مصر میں دریافت ہوا تھا۔اور سب سے پہلے میں نے اسے ونسینٹ کی سٹاری نائٹ میں محسوس کیا تھا۔۔۔چھوا تھا۔"

"نیلا رنگ یقیناً خدا کو بھی بہت پسند ہو گا۔۔۔"اس نے مسجد کی اور دیکھا۔

"وہ میرا ہاتھ تھامے ایک دن مجھے اس پینٹنگ کے اندر لے گئی تھی میں نے زندگی میں ایسا کبھی محسوس نہیں تھا کسی فن پارے کی اتنی گہرائی میں کبھی نہیں گیا تھا۔اس سے محبت کے بعد مجھے پینٹنگز زندہ لگنے لگی تھیں۔وہ مجھے پگھلتی گھڑیوں اور جھلستی زمینوں کے اندر لے جاتی تھی بس ہاتھ تھام کر اور میں انکار نہیں کر پاتا تھا اس کو میں کسی چیز سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔"وہ نہیں جانتا تھا وہ اس وقت کیا بول رہا ہے اور کیوں بول رہا ہے وہ بس بولنا چاہتا تھا۔وہاں کی اداس، پر نم فضا میں وہ اجنبی دوست۔۔۔وہ اس کے سامنے دل کے راز کہنا چاہتا تھا۔

"اکیا وہ اب زندہ نہیں ہیں؟"وہ یہی سمجھی تھی۔۔۔شاید ٹھیک سمجھی تھی۔

"نہیں۔"

"کب ہوئی ان کی ڈیتھ۔۔۔کیسے؟"

"جس دن اس نے مجھے بے یار و مددگار بیچ سفر میں چھوڑا۔۔۔"

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

وہ کچھ بول نہیں سکی۔۔۔

ماریے کو سمجھ نہیں آئی تھی کہ کیا کہے وہ جس کے ذکر سے چند لمحے پہلے اس کی آنکھیں روشن ہوئی تھیں اب ایک تلخ سی مرونی چہرے پر چھا گئی تھی۔

مسجد سے باہر نکل کر وہ آیا صوفیا آئے تھے۔ ٹکٹ لیکر اندر داخل ہونا تھا۔یہی وہ جگہ تھی جہاں رومیوں کو شکست دینے کے بعد مسلمان فاتح داخل ہوئے تھے۔عیسائیوں کو ان کی فرقہ پرستی کی وجہ سے شکست فاش ہوئی تھی۔یہی وہ فتح تھی جس کی پیشن گوئی ابن العربی نے کی تھی۔

آیا صوفیا ایک عظیم معبد جس کی راہداریوں میں بادشاہوں، ملکاؤں کے قدموں کی آہٹیں گونجتی تھیں جہاں یسوع اور مریمؑ کی شبیہیں کھدی تھیں۔

یہاں بازنطینی عیسائی، یونانی راسخ العقیدہ عیسائی رومی کیتھولک سب کے ماتحت یہ گرجا گھر کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔۔پندرہویں صدی سے بیسویں صدی تک یہ مسجد میں کے طور پر استعمال کیا گیا۔۱۹۳۵ میں اسے میوزیم بنا دیا گیا۔اس عمارت نے آرکیٹیکچر کی تاریخ بدلی تھی۔

زلزلے سے اس عمارت کو جو نقصان پہنچا تو اس کو دوبارہ تعمیر کرنا پڑا تھا۔وہ اس کے وسیع اور پر ہیبت احاطے میں داخل ہوئے جہاں کی قدیم دیواریں دل پر عشق کا اثر ڈالتی تھیں مسیح ابن مریم اور مریمؑ کی شبیہیں تھیں اور باشاہوں کی تاج پوشی کے بھی عکس مصور کیے گئے تھے۔سامنے منبر تھا علی، عمر اور اللہ سبز گول دائروں میں خوبصورت خطاطی کی گئی تھی۔عجب منظر تھے، عجب دل لگی تھی، عجب امتزاج تھا ۔وہاں آدھے حصے میں تعمیراتی کام جاری تھا وہیں کسی نے اسے اور ماریے کو ایک کتاب تھمائی تھی۔یہ کسی کے دین کی طرف آنے کی داستان تھی۔باہر نکلو تو داخلی و خارجی دروازوں کے قریب شوکیس تھے جن میں قدیم نوادرات رکھے تھے جس کی مخالف سمت میں ٹی وی پر آیا صوفیا کے بارے میں ڈاکومینٹری چل رہی

تھی چند کرسیاں تھیں جس پر بیٹھے لوگ یہاں کے بارے میں معلومات لے رہے تھے۔وہ سیڑھیاں چڑھتے اوپر آئے راستے میں وہاں ایک قدیم قبر تھی جس میں سونے والا یقیناً انہیں دیکھ رہا تھا۔

اوپر بھی عمارت کی وہی دلکش ہیبت طاری ہوتی تھی۔وہاں کھڑکی سے نیلی مسجد جھپ دکھلاتی تھی۔معبد کے جنوبی کونے میں ایک لائبریری تھی جو سلطان محمد نے بنوائی تھی۔اس وقت اس میں پانچ ہزار کتب تھیں۔

"وہ کیسا دور تھا جب ابن العربی ارطغرل کے سامنے پیشن گوئی کرتے تھے کہ سب ایک جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔"وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی تھی۔

"تمام عالم اسلام متحد ہو گا اور پھر وہ وقت جب سلطنت عثمانیہ قائم ہوئی اور پھر وہ وقت جب سلطان محمد نے محمد ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق استنبول فتح کیا مسجد کا سبز گنبد تعمیر کیا گیا۔۔۔اور پھر اس کا زوال اور جنگ عظیم کا دور پھر اسی جگہ جہاں وہ فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے مصطفٰی کمال اتاترک کا معاہدہ ۔۔۔۔۔"آخر میں لہجے میں اداسی در آئی تھی۔

"مگر آج حالات بدل چکے ہیں۔۔۔"صائم نے کہا تھا۔

"ورنہ اورحن پاموک کی کتاب "میوزیم آف دا انوسینس "مجھے بیچ میں چھوڑنا پڑا تھی۔"

"ہنہ۔۔۔اب ہم مذہب کو پھر سے اہمیت دینے لگے ہیں۔مگر آئے دن یہاں بم دھماکے ہوتے ہیں۔۔۔شام فلسطین عراق کے حالات آپ جانتے ہیں۔۔۔"

"ہمارا کشمیر بھی تو ہے۔۔۔"

"اور جب ایک بچی روتی ہوئی اسائلم ڈھونڈتی ہے تو ہم کہاں ہوتے ہیں اور جب وہ اپنا برباد گھر دیکھتی ہے تو مسلمان کی تلوار کہاں ہوتی ہے۔اللہ نے انسان کو اس طرح نہیں بنایا کہ وہ فرشتوں کی طرح رہے اس نے

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

خون بہانا ہی بہانا ہے اور اس خون بہانے کو روکنے کے لیے ہی اس نے ذرہ بنانے کا طریقہ داؤد علیہ سلام کو سکھایا اور لوہا ان کے ہاتھ میں پگھلا دیا۔ مجھے مسلمان ممالک کے ابتر حالات تکلیف دیتے ہیں۔"

اور اس وقت جب وہ وہاں کھڑے گفتگو کر رہے تھے اتاترک ائرپورٹ پر دہشت گردوں کا حملہ ہوا تھا ۔۔۔ کتنی لاشیں گری تھیں۔۔۔ ایک مہاجر شامی بچے نے جو وہاں سڑک پر پانی کی بوتلیں بیچتا تھا ڈر کر بھاگنے کی کوشش کی تھی اور گاڑی کی زد میں آگیا تھا۔

استنبول تم بھی؟

دوبارہ؟

تمہیں کوئی کیسے دُکھ پہنچا سکتا ہے۔۔۔

تم جس کی فضا میں اڑتے قالین ہیں اور گلیاں عجائب سے پُر

اور تم کہ جہاں گلاب کی کونپلوں سے چائے بنتی ہے

اور مختصر سی شیشے کی پیالیوں میں پیش کی جاتی ہے

جس کے گھونٹ کے سنگ

سورج کی کرنوں کے گھونٹ بھی بھر لیے جاتے ہیں

یہ فضا کی خوشبو اور نرمیاں

اور تمہارے ہاں لوگ محبت کی حلاوت سے پگھلتے ہوئے

ہر چیز مفت دینے لگتے ہیں

بس کی ٹکٹس اور آئسکریم، پھول اور خوشبو

اور دیکھو وہ تم سے کیا لے گئے

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

کون کھلے در والے گھر میں نقب لگاتا ہے

صرف کمزور۔۔۔ صرف کمزور۔۔۔

جب ماریے نے اسے ہاٹل چھوڑا مغرب کا وقت ہو رہا تھا۔ واپس آ کر اس نے شاور لیا۔ اتنی دیر میں ولید کی دس بارہ کالز آ چکی تھیں وہ دھماکے کی وجہ سے پریشان تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

نور چھٹیاں بھی وہیں ہاسٹل میں گزارا کرتی تھی جاب کو ڈیڈھ سال ہو چلا تھا۔ وہاں سے شہر بھی نزدیک تھا مگر اس دفعہ اس کو اولیویا نے اپنے ساتھ تبلیسی چلنے کے لیے راضی کر لیا تھا۔ وہ کچھ پس و پیش کے بعد اس لیے بھی مان گئی تھی کہ اسے اگلے ہفتے ہونے والی تقریب کے لیے ہر طور تبلیسی جانا تھا اور اس بار کچھ عجب زمانہ اس پر طاری

اہو رہا تھا۔ اسے کبھی اپنا وجود اس طرح منتشر لگتا کہ ذرہ ذرہ بٹا محسوس ہوتا۔۔۔

اس وقت وہ تبلیسی کی طرف محو سفر تھیں۔ راستے میں وائن روڈز تھیں سیاہ لامبے لامبے درخت آسمان کو چھوتے تھے۔ اولیویا نے کافی کے لیے گاڑی روکی تھی، وہ گاڑی میں بیٹھی رہی جبکہ اولیویا اندر کیفے میں چلی گئی۔

اس نے کیسا منظر دیکھا تھا اس وقت۔۔۔ تبلیسی کے نزدیک، برف پوش پہاڑ، آسمان سے گرتی برف جیسے کچھ ان دیکھا دل سے گزر رہا ہو جسے بیان نہ کیا جا سکتا ہو جو بیان نہ ہو سکتا ہو۔۔۔ جیسے پائی کی لا محدودیت، جیسے بلیک ہول۔۔۔ وہ گاڑی سے اتر کر گرتی برف میں چلتی رہی جب تک اولیویا واپس نہیں آ گئی۔

اولیویا کی آواز پر وہ چونکی تھی۔ اس نے واپس گاڑی میں آ کر کافی ختم کی پھر دونوں محو سفر ہوئی

تھیں۔ تبلیسی میں متکواری دریا نے خوش آمدید کہا تھا۔۔۔ یہ قدیم تبلیسی کا علاقہ تھا ایک عظیم الشان گرجا گھر کے پاس سے گزرتے انہوں نے موڑ کاٹا وہاں اولیویا نے گاڑی دو منزلہ عمارت کے سامنے روکی تھی۔ یہی اس کا گھر تھا۔ دروازہ اولیویا کی ماں نے کھولا تھا۔۔۔ اسے دیکھتے ہی سینے سے لگایا۔ وہ دو بہن بھائی تھے۔ بھائی اس وقت امریکہ میں زیر تعلیم تھا اور باپ کی وفات ہو چکی تھی۔ اولیویا ماں سے تعارف کروا کر اسے اپنے کمرے میں لے آئی۔

"پکی بات ہے تمہیں تنگی نہیں ہو گی۔۔۔"

"سدھر جاؤ۔" اس نے اس کے گال پر چٹکی بھری تھی۔

"تم اب آرام کرو، سامان کھول کر الماری میں رکھو میں آتی ہوں۔" اولیویا کہتے ہوئے باہر نکل گئی۔

اس نے ایک نظر بیگ کو دیکھا پھر سر جھٹک کر موبائل پر نمبر ڈائل کیا دوسری طرف جوزف نے اٹھایا تھا۔ یہ ان کے علاقے میں کیمبر تیج میں سڑک کی صفائی ہر معمور تھا۔

"کیا کوئی خط آیا۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ وہ پیسے مجھے مل گئے تھے۔۔۔ اس کا شکریہ۔"

اس نے فون بستر پر پھینک کر لمبی سانس لی۔

وہاں پرفیوم کی خوشبو پھیلی تھی جو بار بار اسے واپس اسی جگہ دھکیل رہی تھی جہاں سے وہ بھاگ کر آئی تھی۔ اس نے آنکھیں موند کر خود کو اس مانوس خوشبو میں گم ہو جانے دیا تھا۔

اسی سمے ولید وہاں دور پہاڑوں میں نظریں جمائے کھڑا تھا۔۔۔ اسے سامنے بچھا منظر نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے جلتی آنکھیں بند کی تھیں پھر کھولی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

برسوں پہلے جو نے ایک منظر دیکھا تھا سنہرا سا نورا۔ اس کے ماں باپ حسب معمول جھگڑ کر الگ الگ کمروں میں بند ہو چکے تھے حتٰی کہ سویٹ کے کمروں میں بھی۔ وہ نیوزی لینڈ سیر کرنے آئے تھے مگر ان چند دنوں میں بھی ایک دوسرے کو برداشت کرنا ان کے بس میں نہیں تھا۔ وہ جو سہما ہوا بیٹھا تھا دھاڑ دھاڑ دروازوں کے بند ہونے پر ہاٹل سے باہر نکل آیا۔ ساری سڑک خزاں کے سنہرے سرخ پتوں سے بھری تھی اور سیاہ تنے بلند ہوتے تھے عصر کا سنہرا پن منظر کو مزید سونا کر رہا تھا تو وہ منظر اور رنگ اور ان لمحوں کی اداسی سب اب تک اس کی آنکھوں میں بھرے تھے اور آج اس نے اس منظر کو انسانی روپ میں دیکھا تھا۔ پارٹی ہال میں نور داخل ہوئی تھی وہ وہی منظر تھی۔ اس کے بالوں کی بریڈ پر کہیں کہیں سنہرے موتی اٹکے تھے اس کا دل چاہا ایک چرالے۔

"You are looking stunning"(تم کمال لگ رہی ہو۔) یہ صوفی تھی۔

"So you are"(تم بھی) یہ نیو ایئر پارٹی تھی۔

پارٹی فرسٹ ٹرم کے ختم ہونے کے بعد دی گئی تھی۔ یہیں ان کو رزلٹس بھی ملنا تھے۔

اس نے کھاتے ہوئے دیکھا وہ کسی لڑکی کا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔ کون تھی وہ اسے نہیں جانتی تھی۔۔۔ شاید کوئی نئی طالبہ یا پھر اس کی کوئی کزن وغیرہ مگر باہر سے تو کوئی اس پارٹی میں نہیں آسکتا اس نے سوچا۔ وہ جو بھی تھی مگر اس وقت وہ جس طرح جو کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ پھر اس نے دیکھا وہ اس کے لیے آنکھیں بند کیے گٹار بجا رہا تھا اور جو لفظ گنگنا رہا تھا وہ نور نے وہ نظم گروپ میں سنائی تھی۔

On the door of heaven
I will wait for you
With a box
Sparkling ring in it

Made of star dust
If you reach first
Wait for me there

(جنت کے دروازے پر میں تمہارا انتظار کروں گی، ایک تحفے کے ساتھ، چمکتی ہوئی انگوٹھی جو ستاروں کے غبار کی ہو گی۔ اگر تم مجھ سے پہلے پہنچو تو میرا انتظار کرنا۔)

وہ واپس پلٹ آئی تھی۔ پھر نظروں نے ولید کو ڈھونڈا وہ کسی دوست کے ساتھ محو گفتگو تھا۔ صوفی جونیئر گروپ کے ساتھ کھڑی تھی اس کی بہن بھی اسی گروپ میں تھی۔ اساتذہ بھی مختلف ٹولیوں میں بٹے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ وہ کرسی پر بیٹھی یونہی سب کا جائزہ لیتی رہی۔

رزلٹ اس کی توقع کے عین مطابق آیا تھا۔

"کیا گریڈز ہیں وہ یکدم پیچھے سے آکر بولا۔۔۔ ایٹی نائن پرسینٹ اور تمہارے؟"

جو کے کنسرن سے اسے خوشی ہوئی تھی۔

"ایٹی فائیو۔"

"چلو دیر ہو رہی ہے۔" ولید نے دور سے پکارا۔

"اوکے بائے۔۔۔" وہ اسے کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ صوفی سے ہاتھ ملا کر باہر نکل آئی۔

"کیا بنا؟"

اس نے گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے رپورٹ کارڈ اس کی طرف اچھالا جسے اس نے بمشکل کیچ کیا تھا دیکھ لو۔

"سیونٹی سیون پرسینٹ۔۔۔ مگر تم نے تو بہت محنت کی تھی۔"

"ہاں تو اتنے اچھے مارکس ہیں۔" وہ بیٹھا تھا۔

"تو میں نے کب کہا کے برے ہیں۔" وہ گاڑی چلتے ہی کھڑکی پر سر رکھے ہوا کو محسوس کر رہی تھی۔

"اور تم سے تو اتنا نہیں ہوا میرے مارکس پوچھ لو۔"

"ایٹی نائن پرسینٹ۔" وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بولا۔

"تمہیں کیسے پتا۔۔۔" وہ مسکرا دیا۔

"It's so beautiful۔۔۔So delusional ۔۔۔(یہ بہت خوبصورت ہے۔۔۔بہت پر فریب۔۔۔)

"کیسے سامنے پھیلا منظر آپس میں مدغم ہے۔"

"ہنہ۔۔۔" ولید نے ہنکارا بھرا۔

"رفتار تھوڑی آہستہ کرو۔" اس نے گاڑی سلو کی تھی۔

"دیکھو سارے رنگ علیحدہ ہو گئے۔۔۔"

"تم ہوش میں کب رہتی ہو؟"

اس نے منہ بنایا۔۔۔وہ ہنسی تھی۔

آسمان کے کیمیا گروں کو دیکھ

ہر وقت صناعوں کی آواز سن

آسمان پر نقاش موجود ہیں

وہ ہر وقت تیرے میرے لیے کاری گری کر رہے ہیں

اس نے رومی کو گنگنایا تھا۔ ولید کے چہرے پر مسکان پھیل گئی۔

"تم اپسرا ہو۔" دل نے سرگوشی کی۔

"آج دادا کی کہانی بھی مس ہو گئی۔" اس نے آخری موڑ کاٹتے ہوئے کہا تھا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

"وہ جاگ رہے ہوں گے جلد پہنچیں۔"

☆☆☆☆☆☆☆

"برخوردار جب ہم نے نئی نئی جاب شروع کی تھی یہ بڑے بڑے کمپیوٹر ہوتے تھے۔" کمپنی کے ایم ڈی سامنے بیٹھے شروع ہو چکے تھے۔ابھی ابھی میٹنگ ختم ہوئی تھی جس میں ولید نے کچھ نئے لوگ کمپنی میں رکھنے کی سفارش کی تھی اور پرانے لوگوں کی پے رول بڑھانے کی بات کی تھی ساتھ پروجیکٹس کے سلسلے میں کچھ باتیں کرنا تھیں۔اور اب چائے کا دور چل رہا تھا۔

"پروگرامرز علیحدہ ہوتے تھے اور کوڈرز علیحدہ۔۔۔پروگرامر کوڈ بنا رہے ہیں اور کوڈر ڈِسک پر پنچ کرتے تب جا کر کمپیوٹر ریڈ کرتا۔ہر چیز کی کوڈنگ تھی اب تو بس ڈریگ اینڈ ڈراپ ہے بلکہ ہر شعبے میں ہی ہم ڈریگ اینڈ ڈراپ کے عادی ہو گئے ہیں۔" کیبن کی کھڑکی ڈھلتے سورج کی روشنی سے سرخ ہو رہی تھی۔

اسے ابھی ڈویلپرز کے ساتھ مزید دو تین گھنٹے کام کرنا تھا۔

وہاں سے نکلتے ہاسٹل پہنچتے اسے رات ہو گئی تھی۔کمرے میں آ کر بغیر کھانا کھائے وہ میز کرسی کی طرف آیا تھا اسے آج خط لکھنا تھا۔دل چند دن سے بے چین تھا۔

"تمہیں یاد ہے اس رات جب تمہیں بہت تیز بخار تھا تم دادا والے کمبل میں خود کو لپیٹے باہر کرسی پر بیٹھی تھی اور دادا حسب معمول تلاوت کر رہے تھے پھر انہوں نے تمہیں دم کیا اس رات انہوں نے سورۃ طارق کی تفسیر کی تھی۔تم جو ان دنوں موت سے ڈرنے لگی تھی ہلکی سی آہٹ پر تمہارے اوسان خطا ہو جاتے تھے۔دادا نے کہا تھا کہ ہر روح کا ایک محافظ فرشتہ موجود ہے اور ہر روح خدا کی نگاہ میں ہے اور یہ کہ موت زندگی کی خود حفاظت کرتی ہے وقت سے پہلے کسی کو کچھ نہیں ہو سکتا۔اس دن میں نے تمہارے چہرے پر بخار کی پیلاہٹ میں سکون پھیلتے دیکھا تھا اور آج بھی میں خود کو یہی سوچ کر ڈھارس دیتا ہوں کہ تم

ان کی حفاظت کے بغیر نہیں ہو۔ایسے لگتا ہے تم سے بچھڑے دہایاں ہو گئی ہیں تم سے ملوں گا تو تم۔۔۔پتا نہیں میں تم سے کبھی ملوں گا یا نہیں۔

صائم بھیا آجکل ترکی میں ہیں تمہیں بہت یاد کرتے ہیں۔ سمیرا اپیا کی کہیں اور شادی ہو گئی ہے ابھی کچھ دن پہلے۔۔۔اور صائم بھیا کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑا یا شاید انہوں نے اظہار نہیں کیا۔یاد ہے ان کے گھر تم جانے کی صرف اس لیے ضد کرتی تھی کہ انہوں نے ڈھیر سارے جانور پال رکھے تھے۔وہ چھوٹا سا کچھوا اور آسٹریلین طوطے اور رنگ برنگی مچھلیاں تم اور میں کتنی دیر اس ایکوریم کے ساتھ سر جوڑ کے کھڑے رہتے تھے۔

لوٹ آؤ۔۔۔"لکھتے لکھتے اس نے اچانک یہ دو لفظ لکھے تھے۔"

خط کی اداس خوشبو سے کمرہ بھرا تھا اور وہ بے خبر سو رہا تھا۔

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو دن چڑھ آیا تھا۔ویک اینڈ پر ہاسٹل میں پھیلی خاموشی کا مطلب تھا سب نیچے ریستوران میں ناشتہ کرنے گئے ہیں۔وہ شاور لیکر باہر نکلا تو صفدر بغیر کھٹکھٹائے دھاڑ اندر داخل ہوا تھا۔

"حد ہے یار۔۔۔"وہ اس کے بستر پر آڑھا ٹیڑھا بیٹھ کر بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

صفدر میانوالی سے تھا تیکھے نین نقش اور بولتے وقت اس کی رفتار گولی کی رفتار کی طرح ہوتی کہ دھیان سے بات سننا پڑتی تھی۔غصے میں چہرا سرخ، اور بھوؤں کی کمانیں تن جاتی تھیں۔بلکہ ولید کو لگتا تھا سر کے بال بھی سیدھے کھڑے ہو گئے ہیں اور وہ اس وقت اسی حالت میں تھا۔

"کہتا ہے سی پیک سازش ہے۔"

"پھر شاہد سے بحث ہوئی ہے؟"ولید نے تولیا سامنے کرسی پر پھیلاتے ہوئے کہا۔ہاسٹل میں سب سے زیادہ جھگڑے سیاسی اور مذہبی اختلافات کی وجہ سے ہوتے تھے۔

"میں نے اسے بتایا بھی ہے کہ چین کو جس تجارتی سفر میں ہفتے لگتے تھے اب وہ دنوں میں ہو گا اور اس کا تمام تجارتی سامان افریقہ پہنچ جائے گا۔۔۔ پاکستان نے کچھ بھی نہیں کیا اور فائدہ ہی فائدہ ہے پھر بھی کہتا ہے دیکھنا چین قبضہ کر لے گا۔"

"ہر ایک کو حق ہے اپنی رائے رکھنے کا۔" اس نے ولید کی بات پر تاسف سے سر دائیں بائیں ہلایا جیسے اس کی سوچ پر لعنت بھیج رہا ہو۔

"سٹار وار کا نیو سیزن آن ائر ہو گیا ہے میں جا رہا ہوں دیکھنے۔" وہ جو بیٹھنے کے ارادے سے آیا تھا غصے سے اٹھتے ہوئے بولا۔

ولید کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔ ولید اس کے جانے کے بعد ناشتہ لیکر ٹیرس میں آ گیا۔ یہاں سے ہاکس بے تک پیدل کا راستہ تھا آفس اور ہاسٹل سمندر سے ایک سڑک اور کچھ گز کی دوری پر تھے۔

سمندر کی لہروں کا شور اسے اپنے اندر سے گزرتا محسوس ہوتا تھا۔

"ایک دن تمہیں عادت ہو جائے گی۔۔۔ ایک دن تم اسے بھول جاؤ گے۔۔۔ یہی فطرت کا قانون ہے ولید۔۔۔" اس نے خود کو مخاطب کیا تھا۔

سمندر کا نمک ہر چیز میں بھر گیا تھا کافی میں۔۔۔ چہرے پر آنکھوں میں، دل میں۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆

جونے کاغذ کو گھول گھما کر پاؤڈر پر رکھا اور پھر سانس اندر کھینچا یکدم ہر طرف رنگ پھیلے تھے ہر چیز دلکش لگی تھی پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اتنی تھوڑی اور آج اتنی جلدی۔" وہ جانے لگا تو دوست نے پکارا تھا۔

"فزکس کا پیریڈ ہے۔"

"ابھی آدھا گھنٹہ ہے اور تو نے تو کہا تھا آج بنک کریں گے۔"

"نہیں اب میں کوئی پیریڈ بنک نہیں کیا کروں گا۔"اس نے اعلان کیا اور عمارت کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے لڑکھڑایا تھا۔

"کیوں۔۔۔"جواب میں وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا اور آگے بڑھ گیا۔

کلاس، کوریڈور، اور لان میں دیکھنے کے بعد وہ لائبریری آیا تھا اور وہ اسے نظر آگئی تھی۔ کسی کتاب پر جھکی ہوئی۔

وہ سامنے آکر بیٹھا اس نے سر اٹھا کر دیکھا واپس جھک گئی۔

"کیا ہوا؟"

"مجھے یہ کائنیٹک انرجی (حرکی توانائی) کا فارمولا سمجھ نہیں آرہا۔"

"مگر یہ تو ابھی سر نے پڑھانا ہے۔"

"تو میں پہلے سمجھ رہی ہوں تاکہ آسانی ہو۔"اس نے جواب میں منہ بنایا۔

اس نے کتاب آگے کھسکائی پانچ منٹ سر کھپانے کے بعد اس نے کہا تھا اسے سر کو ہی سمجھانے دو۔

"ہنہ۔"

"کائنیٹک انرجی حیران کن ہے۔ میرے پاس گھر میں ایک کائنیٹک ماڈل ہے اس کو جس ردھم میں چھیڑو اگر روکو نہ تو وہ دنوں شاید زندگی بھر ویسے ہی چلتا رہے گا جب تک کہ اس پر باہر سے فورس (قوت) نہ لگے۔"

بال کان کے پیچھے اڑستے ہوئے اس نے کہا تھا۔

"تو کیا مجھے دکھاؤ گی؟"

"یقیناً۔۔۔"

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

"دادا کو بھی بہت انسپائر (متاثر) کیا تھا۔ یو نو (تم جانتے ہو) بزرگوں کو وہ چیزیں زیادہ فیسینیٹ کرتی ہیں جن سے ہم یوزڈ ٹو (عادی) ہو گئے ہیں۔"

"ہنہ۔"

"اور پھر انہوں نے کہا کہ یہ ساری کائنات بھی یونہی ہے خدا نے اسے بنا کر چلا کر چھوڑ دیا ہے اور اب جب تک وہ قوت سے اسے روکے نہیں یہ چلتی رہے گی بڑھتی رہے گی۔"

"کبھی زمین پر صرف ایک ایک انسان کا وجود تھا اور پھر چند اور پھر ہزار۔۔۔لاکھ اور اب اربوں ہیں اور ان سب انسانوں میں میں اور تم کیا ہیں۔""

وہ گھڑی دیکھتے ہوئے کتابیں سمیٹ کر اٹھی پیریڈ کا ٹائم ہو گیا تھا۔

"ہم ہوں تو کیا اور ہم نہ ہوں تو کیا۔۔۔"وہ اداسی سے ساتھ چلتے ہوئے بولا تھا۔

"کسی کو فرق نہ پڑے ہمیں خود کو اور ہم سے محبت کرنے والوں کو تو پڑتا ہے۔"اب وہ کوریڈور میں تھے۔وہ چند لمحے کے لیے ولید ہو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

اس نے باہر کرسی پر دادا کو رات کی بلڈ پریشر کی دوائی دی۔صائم سامنے لیپ ٹاپ پر بزنس کا حساب کتاب دیکھ رہا تھا جو آج بھیجا گیا تھا۔

اس نے دودھ کے گلاس دونوں کے سامنے رکھے اور ولید کو بلانے گئی تھی۔

"ہوہ۔۔۔"وہ جو فون پر محو تھا چونکا اور اس کو آنکھیں نکال کر دیکھا۔

"آجاؤ دادا کی کہانی کا وقت ہوا چاہتا ہے۔فرینڈ سے بعد میں بات کر لینا۔"

اس نے چار ناچار فون بند کیا۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

"کون ہے؟"

"ہے کوئی۔" اس نے منہ بنایا۔

"کون کون۔۔۔"

"دفع ہو جاؤ۔"

وہ دونوں باہر آئے تھے دادا کے پاس۔

"یہ ان وقتوں کی بات ہے جب بجلی صرف شہروں تک محدود تھی اور یہاں تو ابھی اس کا تصور بھی نہیں تھا۔۔ رات کے اندھیروں میں صرف جلتی لکڑیوں کے الاؤ کی روشنی ہوا کرتی تھی اور چراغوں، موم بتیوں کی، تیل والے لالٹین جلتے تھے۔" وہ دادا کے ساتھ ان کے بچپن میں گم ہو گئی تھی۔

"آسمان یوں تاروں سے بھرے دکھائی دیتے تھے جیسے کسی کے زیور کا ڈبہ الٹ گیا ہو اور ان ستاروں میں ہمارے نصیب چھپے ہیں وہ کہتے تھے یہ راستہ دکھاتے ہیں۔ میں ان کی جھرمٹ کی شکلوں میں معنی ڈھونڈا کرتا تھا۔ اگر افق پر طلوع سے پہلے ایک خاص ستارہ چمکتا نظر آتا تو اس کا مطلب ہوتا گرمیاں ختم ہو رہی ہیں۔ ایک رہنما ستاہ شمال کی جانب ہے یہ سات ستاروں کے ساتھ ہے میں اسے رہنما ستارہ کہتا ہوں کیونکہ یہ ہمیشہ شمال کی جانب ہوتا ہے۔ باقی سارے ستارے گردش میں رہتے ہیں جبکہ یہ ستارا ہمیشہ ایک جگہ پر ہی رہتا ہے اور اگر ہم شمالی قطب پر جا کر دیکھیں تو سر اٹھائیں یہ بالکل اوپر ہو گا اسی لیے اسی شمالی ستارا کہتے ہیں۔

تصور کرو زمین خلا میں حرکت کر رہی ے سورج کے سامنے اسی وجہ سے یہ ایک ہی جگہ پر لگتا ہے کیونکہ یہ زمین کے مرکز کے اوپر ہے اس کا نام انگریزی میں پولارس ہے۔

ان ستاروں کو عربی نام دیے گئے جو اب تک قائم ہیں۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ تم دنیا میں جہاں بھی ہو یہ

اربیین نائٹ یعنی عرب کی رات ہے۔ کیونکہ یہ اسلام کا سنہرا دور تھا۔ اس دور میں صوفی عبدالرحمٰن اور البدانی جیسے ماہر فلکیات تھے۔ عبدالرحمٰن نے اینڈرومیڈا دریافت کی، جھرمٹوں کے اور ستاروں کے عربی نام رکھے اور اپنے بعد آنے والوں کو دعوت دی کہ وہ ان کے کام کو آگے بڑھائیں۔ البدانی ان کے شاگرد تھے جنہوں نے شاگردی کا حق ادا کیا۔ اینڈرومیڈا کا ذکر ان کی کتاب 'ٹھہرے ہوئے ستارے' میں سب سے پہلے آیا۔ ان کو تو بس ایک سفید بادل نظر آیا مگر اب اس کی تصویریں ہم کتنی آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔"

"اور نماز، روزے اور حج کے اوقات اور کعبہ کی سمت معلوم کرنے کے لیے بھی تو ستاروں کا علم ضروری تھا ۔۔۔"نور بولی تھی۔

"بالکل۔"

"آپ نے یہ سارا ستاروں کا علم کہاں سے حاصل کیا۔"

"بزرگوں سے اور کتابوں سے۔"

"آپ سکول، کالج کیوں نہیں گئے۔"

"شوق تو بہت تھا مگر نہیں جا سکا۔"

میری آنکھیں بھی ویسی تھیں

اس شہنشاہ جیسی جو دور دیس میں

چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھ لے

میری آنکھیں عبدالرحمٰن جیسی تھیں

وہ کہکشاں دیکھ سکتی تھیں

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

مگر میری آنکھیں نکال لی گئیں

یہ وادی ہجر ہے میرا رنگ سرسوں ہے

"میرے والد مجھے بھیجنے کے لیے مانے نہیں مگر میں خود ان کے نقشے بناتا تھا۔"

"میں نے سب دیکھے ہیں شیلف میں۔"

"آپ کا خواب آپ کا شوق میری آنکھوں میں ان کہانیوں کی ذریعے اتر آیا ہے۔"اس نے ان کی گردن میں بازو حمائل کرتے ہوئے کہا۔

"میں اسی فیلڈ میں آگے پڑھوں گی۔"انہوں نے اس کے سر پر بوسہ دیا تھا۔

"اور ولید کے کیا ارادے ہیں۔"انہوں نے صائم پر ایک نظر ڈالی جو اب اپنے پاؤں کی مالش کر رہا تھا۔

"میں آئی ٹی میں ڈگری لوں گا۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

آسمان ایسا لاجوردی تھا جیسے نیلم کا پتھر۔

اگلے دن صائم اور ماریے ٹاپ کاپی پیلس کی ٹکٹ گھر کی قطار میں تھے جو طویل تھی۔بائیں طرف گھاس کا قطعہ اور دائیں طرف سڑک تھی جس کے گرد دو رویا درخت اور بنچز تھے۔خدا خدا کر کے باری آئی تھی۔ ٹکٹس خرید کر وہ عظیم الشان، دیو قامت دو میناروں والے دروازے سے اندر داخل ہوئے جس کے دونوں اطراف پر پہرے دار کھڑے تھے۔ محل میں داخل ہوتے ہی روش سیدھی چلتی تھی جس پر صنوبر کے درخت سایہ کیے ہوئے تھے اور اندر داخلے کے لیے انہیں چیکنگ سے گزارا گیا چھوٹے چھوٹے گھاس کے قطعوں میں مختلف طریقوں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔ محل کے کمروں میں نوادرات کا خزانہ تھا۔وہ کمرہ کمرہ گھومتے تھے۔

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

ایسے میں اس نے اس سے پوچھا تھا۔

"وہ کیسی تھی۔۔۔"اس کو دو پل سمجھ نہیں آئی کیا جواب دے بھلا ایسی بات کا کیسے جواب دیا جا سکتا ہے ۔۔۔ایسے میں وہ پوچھتی تھی۔۔۔وہ کیسی تھی۔

اس نے چلتے ہوئے اپنے چہرے پر ویسا سپاٹ پن پیدا کیا جو دروزے پر کھڑے پہرے داروں کے چہرے پر تھا۔

"میں بھول چکا ہوں شاید۔۔۔"

وہ کہتے ہوئے اس کے ساتھ ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوا۔وہاں دو دروازے تھے ایک طرف سے لوگ داخل ہو رہے تھے اور دوسری طرف سے نکل رہے تھے۔یہاں گھڑیاں اور سمت معلوم کرنے والے آلے شوکیس میں سجے تھے۔ایک پہریدار تھا جو تصویریں کھینچنے سے منع کرتا تھا۔

نے کی آواز پتا نہیں صرف اسے سنائی دیتی تھی یا واقعی وہاں کوئی بجا رہا تھا

ایسے میں وہ ان راہداریوں میں ان کمروں میں جھانکتے تھے جو اس محل کی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

جاری ہے

اس ناول پر اپنی رائے کامنٹ باکس میں دیں

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com